بنظر شریعت عورت جمہوری حکومت میں وزیر اعظم یا سربراہ مملکت بن سکتی ہے

تحریر

مفتی اعظم سندھ بلوچستان مولانا غلام قادر صاحب

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد: آجکل جب کہ الیکشن میں پیپلز پارٹی نے اکثریت حاصل کر کے پارلیمنٹ میں سب سیاسی پارٹیوں میں ایک مقام حاصل کر لیا ہے۔ تو اب یار لوگوں کو اسلام کی آڑ یاد آ گئی ہے کہ عورت وزیر اعظم پرائم منسٹر Prime minister یا صدر President بن سکتی ہے یا نہیں بلکہ حتمی طور پر کہہ رہے ہیں کہ عورت کو یہ دونوں مقام از روئے شریعت جائز نہیں۔

حالانکہ پاکستان کا سارا ڈھانچہ کس طرح چل رہا ہے اور باقی ارکان اسمبلی کے یا گورنمنٹ کے ان کا حال از روئے شریعت کیا ہے۔ آج تک کوئی لب کشائی کسی طرف سے بھی نہیں ہوئی۔ سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ خواہ مخواہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے یہ مسئلہ کھڑا کیا گیا ہے۔

شرح وقایہ جلد ۲ ص ۳۱۳ کتاب التعزیر میں یہ عبارت ہے وانما قلنا یعد عاراً فی العرف احترازاً عن افعال اختیاریۃ تحرم شرعاً ولا یعد عاراً فی العرف کلعب النرد والغناء واعمال الدیوان فی زماننا اور شرح الوقایہ والے کی وفات ۷۴۷ھ میں ہے اور آج تو ۱۴۰۹ھ ہے۔ اس عبارت کی روشنی میں یہ علماء موجودہ گورنمنٹ کے ملازموں اور اسمبلی تنخواہ و بھتہ خوار ممبران کے متعلق کیا فتویٰ دیں گے حدیث پاک لن یفلح قوم

ولوا امرھم اء راۃ پڑھنے والے صاحبان اور اذا کان امرائکم شرارکم واغنیاءکم بخلاءکم وامورکم الی نسائکم والی روایت میں آخری پڑھ کر فبطن الارض خیرلکم من ظھرھا کو چھپان کرنے والے پہلے حصہ یعنی اذا کان امرائکم شرارکم کو گھٹنے کے نیچے دبانے والے آخر یہ کس دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

حیرت کی بات ہے کہ اہل نا اہل ہر آدمی استدلال میں حدیث شریف کو پیش کرتے ہیں حالانکہ اصول فقہ کی چوٹی کی کتاب تلویح بحث السنۃ میں فرماتے ہیں لیس للعامی الاخذ بظواھر الاخبار وانما التمسک بھا للمجتھدین نقلا عن الفتویٰ الھمایونی ص ج ا امداد الفتاوی ج ا ص۹۳ کتاب البدعات ایڈیشن قدیم میں لکھتے ہیں کہ بدون اخذ اقوال علماء کے بقول امام احمد پانچ لاکھ حدیثیں یاد ہونی چاہئیں۔ میرا غرض عیاذ باللہ یہ نہیں ہے کہ علماء کرام حدیث کو پیش نہ کریں بلکہ غرض یہ ہے کہ وہ علماء جو نہ فقہ سے پوری واقفیت رکھتے ہیں نہ اسلامی تاریخ سے بلکہ نہ پاکستان کی تاریخ ہی ان کو معلوم ہے ایسے آدمی آخر حدیث سے استدلال کس بنا پر کرتے ہیں کچھ تو اسلام پر رحم کرنا چاہیئے ہمیں یاد ہے کہ جب محترمہ فاطمہ جناح مرحومہ مرحوم جنرل محمد ایوب خان کے مقابلہ میں صدارتی انتخاب لڑ رہی تھیں تو علماء نے زمین کو آسمان تک پہنچا دیا تھا اور محترمہ کی صدارت کے لئے سب کچھ جائز قرار دیدیا، اور جب محترمہ بے نظیر کی باری آئی تو آسمان کو زمین تک پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے، نوا اسفاہ، آخر جن مسلمانوں نے اگلی تاریخ بھی نظر سے دیکھی اب کی تاریخ کو دیکھ کر اسلام اور علماء سے بدظن نہیں ہوں گے تو اور کیا نتیجہ نکلے گا۔

کیا یہ مسئلہ اٹھانے والے قوم کو مسلمانوں کو ایسا بے حافظہ اور سادہ سمجھتے ہیں کہ جو کہیں گے ان کے کہنے کو قوم آنکھوں پر رکھے گی؟

اب آئیے فقہ اسلامی پر بھی نظر ڈالیں کہ اس نے عورت کو کوئی مقام دیا ہے یا اس کو حیوان لایعقل اور جمادات و نباتات کے درجے میں رکھا ہے۔

ھدایہ ص۱۳۵ ج ۳ کتاب ادب القاضی فصل آخر یجوز قضاء المرأۃ فی کل شئ الا فی الحدود والقصاص اس عبارۃ شرعیہ سے جو ظاہر الروایہ ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ

عورت حکومت کے چھوٹے عہدوں پر فائز ہوسکتی ہیں اور عہدہ قضا کوئی معمولی منصب بھی نہیں اگر حدود و قصاص کی استثناء کی گئی ہے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ فیصلے جات سیشن کورٹ یا ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ سے یکے بعد دیگرے کے ہیں اور ظاہر ہے کہ وزیر اعظم یا صدر۔ (ان کے فرائض میں یہ چیزیں داخل نہیں۔

لہذا اگر عورت وزیر اعظم پرائم منسٹر ہوجائے یا صدر پریزیڈنٹ ہوجائے تو یہ دفعہ ان کے خلاف نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ صدر کو رحم کی درخواست کی جاتی ہے بہر حال وہ رحم کی درخواست ہوگی نہ قانونی حیثیت اور عورت مرد کے مانند اہل رحم کی ہے کوئی دفعہ اسلامی اس کے خلاف نہیں اور کنز کلاں صفحہ ٢٨ کتاب القضاء حاشیہ عہ علی قولہ تقضی المرأۃ فی غیر حد وقود ولو قضت بالحدود والقصاص وامضاہ قاض اخو یری جوازہ جاز بالاجماع لان نفس القضاء مجتہد فیہ اس عبارت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے فیصلے اور ججمنٹ حدود وقصاص کے معاملے میں بھی بعض صورتوں میں اجماعاً نافذ ہوسکتے ہیں۔ وفی الھدایۃ ج ٣ ص ١٣٩ کتاب الشہادۃ فانہا لا تصلح للامارۃ مطلب عبارت شرعیہ کا یہ ہے عورۃ خلیفۃ المسلمین اور امیر المؤمنین نہیں بن سکتی اب یہی دفعہ ہے جس میں انصاف کے ساتھ غور کرنا ہے کہ آیا آج کل جو وزیر اعظم یا صدارت کا منصب ہے وہ اس امارۃ یا خلافت میں داخل ہے یا نہیں! اور وزیر اعظم یا صدر کو امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین کہنا صحیح ہے یا نہیں۔ والعلم عند اللہ۔

جب ہم اس پس منظر میں نظر کرتے ہیں نیز جو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں ان پر نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں منصب امارۃ اور خلافت کے مصداق نہیں۔ ہم پہلے وزیر اعظم کے منصب کو پس منظر میں پیش کرتے ہیں اور پھر احادیث پاک پر بھی نظر ڈالیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

ہمیں یاد ہے کہ ١٩٥٣ء میں مرحوم ناظم الدین پاکستان کے وزیر اعظم کو برطرف کیا گیا تھا اور برطرف کرنے والے مرحوم غلام محمد تھے جو صدر بھی نہیں تھے بلکہ گورنر جنرل تھے حالانکہ مرحوم ناظم الدین قائد اعظم اور قائد ملت دونوں کے جانشین ہوچکے تھے۔ نیز ایوان حکومت خواہ ایوان سیاست میں اعتماد کا ووٹ بھی حاصل کرچکے تھے لیکن مرحوم غلام محمد نے قلم کے ایک ہی نوک سے اس کے دونوں کے دونوں مسندوں کو اڑا دیا۔

اس وقت ایوان کے اسپیکر مرحوم مولوی تمیز الدین خان تھے اس نے سندھ ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا اور یہ فیصلہ حاصل کر لیا کہ گورنر جنرل کا یہ اقدام غیر آئینی ہے لیکن جب سرکار کی طرف سے سپریم کورٹ میں اس فیصلہ کو چیلنج کیا گیا تو اس وقت مسٹر منیر صاحب نے ہائی کورٹ کے فیصلے کو رد کرتے ہوئے مرحوم غلام محمد کے اس اقدام کو باقی رکھا اور حال ہی میں مسٹر جونیجو کو برطرف کیا گیا جو وزیراعظم تھے اگرچہ سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کے فیصلہ کو برقرار تو رکھا۔ لیکن پھر بھی جونیجو صاحب کے حق میں کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔

یہ دونوں اقدامات صاف ثبوت ہیں کہ وزیراعظم کا منصب امیرالمومنین کا نہیں اور یہ بھی انتہائی عہدہ نہیں ورنہ گورنر جنرل جو صدر بھی نہیں وہ امیرالمؤمنین کو بجنبش قلم کیسے منصب عالی سے ہٹا سکتا ہے۔

اب صدر کے منصب پر نظر ڈالتے ہیں ایک جمہوریت ہے جو برطانیہ کا طریقہ کار ہے۔ جس میں وزیراعظم کا عہدہ محفوظ ہے اور ایک جمہوریت کا صدارتی نظام ہے جو امریکہ میں چل رہا ہے ہمیں یاد ہے پھر بھی مبصرین حضرات اس پر اچھی رائے دے سکتے ہیں کہ برطانیہ کے جمہوریت میں ایک ہے حکومت جس کا سربراہ وزیراعظم ہے اور ایک ہے مملکت جس کا سربراہ صدر ہوتا ہے اب اس تصور کو جب ہم ملاحظہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ملک کی جو دیکھی کے دو حصے ہیں دونوں کے ملنے سے ہی ملکی نظام چلتا ہے تو اب ہر ایک حصہ کو انتہائی منصب نہیں کہہ سکتے اور اگر پارلیمنٹ یا سینیٹ کو دیکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ دونوں منصب ان کے محتاج ہیں تو پھر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی کو امیرالمومنین کہنا صحیح نہیں لہذا اس دفعہ اسلامی کی رُو سے عورۃ کے وزیراعظم یا پریذیڈنٹ ہونے کو ناجائز کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

مبصرین اور ماہر سیاست دان ہی فیصلہ دے سکتے ہیں کہ امریکی نظام میں بھی جو منصب صدارت کا ہے (جو باعتبار برطانوی کے زیادہ اُل فال ہے) لیکن وہ بھی سینیٹ اور کانگریس کا محتاج ہے اور تنزلا یا جیسے کہ نام صدر کا ہے جو اسم بامسمی ہونا چاہیئے۔ نیز بعض مقتدر آدمیوں کا خیال ہے کہ وزیراعظم جس کو پرائم منسٹر بھی کہتے ہیں اس سے قانوناً صدر کا عہدہ اونچا ہے اور اوپر والے دو قدم بھی اس کی شاہدی دے رہے ہیں تاہم عورت کے وزیراعظم ہونے کے جواز میں تو کوئی شبہ نہیں رہتا کیونکہ چھوٹے منصب کی

تو عورت اہل ہے چنانچہ کتاب القضاء والی عبارت شاہد ہے ۔

نیز ۱۹۵۳ء میں ۳۱ علماء کرام نے جو دستور بائیس ۲۲ نکات پر مشتمل مرتب فرمایا تھا اس میں دفعہ نمبر ۱۲ کا متن یہ ہے رئیس مملکت مسلمان ہو جس کے تدین، صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا ان کے منتخب نمائندگان کو اعتماد ہو۔ (بحوالہ اسلامی انسائیکلو پیڈیا ص۱۳۸۲ مدیر سید قاسم محمود مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن) ان دفعات میں عورت کے لئے ممانعت کا کوئی دفعہ شامل نہیں کیا گیا ہے بلکہ صرف مسلمان ہونے کو شرط کہا گیا ہے اور جن علمائے کرام نے یہ خاکہ تیار کیا تھا وہ ملک کے نہایت چوٹی کے جید علماء ہر مکتب فکر کے شامل تھے ۔

نیز ہندوستان میں جمعیت علماء ہند نے نہ صرف آنجہانی اندرا گاندھی کی قیادت کو قبول کیا بلکہ مرارجی ڈیسائی کے مقابلہ میں اس کی بھرپور تائید کی یہ صاف ثبوت ہے کہ عورت قیادت کی اہل ہے باوجودیکہ وہ تو غیر مسلم عورت تھی اور آئین اسلامی نہ تو وہاں ہے اور نہ یہاں، اب حدیث پاک لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ کا محمل کیا ہے ۔

دائرۃ المعارف القرآن محمد فرید وجدی ایک موسوعہ اور انسائیکلو پیڈیا ہے جو جامعۃ الازہر اور وزارۃ المعارف العمومیہ کی مقبول ترین کتاب ہے ج ۳ ص۴۷۵ پر لکھا ہے کہ انواع الحکومۃ ثلثہ حکومۃ ملکیۃ مطلقۃ وحکومۃ ملکیتہ مقیدۃ بدستور وحکومۃ جمھوریہ فالاولی یحکمھا ملک مطلق تصور منہ الاحکام مباشرۃ وتنفذ بدون مراقبۃ ولا مراجعۃ ولا یبقی الآن من حکومات ھذا النوع فی اوروبا ولا امریکا وبقی منھا فی آسیا لدی بعض الشعوب المنحطۃ اما آفریقا وغیرھا من الاراضی التی یکثر فیھا المتوحشون فجمیع حکوماتھا من ھذا النوع والثانیۃ ای المملکۃ المقیدۃ یحکمھا ملک مقید بدستور ومجلس نیابی او مجلسین فلا یصدر الملک وزراءہ الابعد اخذ رائ نواب الامۃ فیہ ۔

والحکومۃ الجمھوریۃ کالملک المملکیۃ المقیدۃ ولا تختلف عنھا الا فی ان القوۃ التنفیذیۃ فیھا لاتودع لملکہ بل لرئیس تنتخبہ الامۃ من بین رجالھا العاملین وتجعل لوظیفۃ امدا متی معنی سقط من نفسہ ویجوز انتخابہ ثانیۃ

وھلم جرا اس عبارۃ سے حکومت کی تین قسمیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلے اور دوسرے قسم میں بادشاہت ہے البتہ قسم اول میں بادشاہ مختار کل ہوتا ہے اور امور مملکت براہ راست چلاتا ہے کسی مجلس وغیرہ سے پوچھنے کے لئے جوابدار نہیں ہے اور آجکل یورپ اور امریکہ میں ایسی کوئی حکومت نہیں ایشیا اور افریقا میں کچھ حکومتیں ایسی ہیں جوان کو متوحش قومیں اور منحط لکھا ہے۔ اور دوسری قسم میں اگرچہ بادشاہت ہے لیکن وہ مختار کل نہیں ہوتا بلکہ تنفیذ الامور میں ایک یا دو مجلسوں سے منظوری لینے کے بعد تنفیذ الامور کرتا ہے جس کا نام ملک مقید ہے میں کہتا ہوں کہ یہ نظام مملکت انگلینڈ میں ہے جو وہاں بادشاہی تو ہے لیکن ایوانوں کا محتاج ہے۔

تیسرا قسم حکومت کا وہی ہے جو آج کل جمہوری ملکوں میں چلتا ہے جس میں امریکہ، پاکستان اور ہندوستان وغیرہ آتے ہیں۔ وہاں بادشاہ نہیں بلکہ ایک رئیس ہے جو تھوڑے وقت کے لئے چن کر آتا ہے اور کئی مجلسوں کا محتاج بھی ہے۔ مثلاً امریکہ میں کانگریس یا سینیٹ اور پاکستان وغیرہ میں پارلیمنٹ اور سینیٹ اور ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہ آخری دو قسم کی حکومتیں نہیں تھیں بلکہ اول ہی قسم کی حکومت تھی جس کو امپیریلزم imperialism یا کنگڈم Kingdom کہتے ہیں اور عربی میں سلطنۃ کہتے ہیں تو حدیث پاک میں یا فقہی روایت جو ھدایہ متوفی ۵۹۳ھ میں ہے فانھا لا تصلح للامارۃ سے مراد وہی امارۃ اور قیادت ہوگی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تھی یہ آخری دو قسم بعد کی پیداوار ہیں جس میں نام کی قیادت ہے اور حقیقت نہیں اور یہ بھی کوئی میری رائے نہیں بلکہ تفسیر مواہب الرحمان ج ۶ پارہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ سورۂ نمل کی تفسیر میں ص۲۳ پر فرماتے ہیں

س اگر کہو کہ حدیث میں آیا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنے امور کا متولی ایک عورت کو بنایا ہو رواہ الترمذی وغیرہ حالانکہ ملکہ بلقیس بہت زبردست سلطنت والی تھی جواب یہ کہ ملکہ بلقیس خود مختار نہیں تھی بلکہ ان لوگوں کی ایک جماعت کثیر اس سے مشورہ والی تھی چنانچہ ابن عباس والی روایت اوپر گذری اور خلاصہ یہ کہ اگر مجلس مشورہ کے درمیان جو رائے قرار پائے وہی ملکہ وغیرہ کی رائے ہو تو فلاح ہونا ظاہر ہے۔ اور قرآن کی یہ آیت قالت یایھا الملأ افتونی فی امری ماکنت قاطعۃ امرا حتی تشھدون الایۃ صاف ثبوت ہے کہ یہ ملکہ مقیدہ تھی اور ملکہ مطلقۃ آمرانہ تھی جس کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی نے لن یفلح قوم

ولوا امرھم امرأۃً فرمایا ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ اگر مشورہ دینے والوں نے کہا تھا کہ نحن اولوقوۃ واولوبأس شدید تاہم اس ملکہ مطلقہ نے اصابت رائے سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا الآیہ فرماکر دامن عصمت سیدنا سلیمان علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام وآغوش ایمان میں آگئی آخراس سے زیادہ فلاح کیا ہوسکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ممانعت کی صورت اولیٰ ہی ہے جس میں عورت ملک مطلق کی حیثیت سے قوم کے امور کی والیہ بنے اور محمل نورالانوار ص۱۵ کی اس عبارت ہی کا کہنا پڑے گا جس میں عورت کے چند اغراض بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ والغرض من الرجل ان یکون نبیا واماما الخ امامت سے مراد امامۃ کبریٰ ہے جس کو سلطنت کہتے ہیں امامت صغریٰ کی تو اہل نہیں ہے کما فی مسئلۃ امامۃ النساء للنساء اور اس سے بھی زیادہ اصرح اعلاء السنن ج ۱۵ جو حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے زیر نگرانی مرتب کی گئی ہے کی عبارت ہے جو ص۲۷ میں عنوان ہی یہ رکھا گیا ہے کہ حجۃ الحنفیۃ فی جواز قضاء المرأۃ وامامتھا: والاولیٰ ان یستدل لمذھب الحنفیۃ فی جواز قضاء المرأۃ وامارتھا بقصۃ عائشۃؓ فی وقعۃ الجمل فقد ثبت فی الصحیح عن ابی بکرۃ قال لقد نفعنی اللہ بکلمۃ ایام الجمل لما بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان فارسًا ملکوا ابنۃ کسریٰ رسمھا بوران قال لن یفلح قوم ولوا امراھم امرأۃ و ھذا یدل علی ان اصحاب الجمل کانوا قد ولوا امرھم عائشۃ رضی اللہ عنھا و اصرح منہ مارواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ من طریق عمر بن ابی شیبۃ عن ابی بکرۃ وقیل لہ مامنعک ان تقاتل مع اھل البصرۃ یوم الجمل فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یخرج قوم ھلکی لایفلحون قائد ھم امرأۃ فی الجنۃ فتح الباری ج۱۳ ص۴۶ واخرج عمر بن شیبۃ عن طریق بن مبارک فضالۃ ان عائشۃؓ ارسلت الی ابی بکرۃ فقال انک ام وان حقک عظیم ولکن سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لن یفلح قوم تملکھم امرأۃ اھ فتح الباری ایضًا وفیہ اصرح دلالۃ علی کون عائشۃ قائدۃ القوم امیرا علیھم وفی القوم عدد کبیر من الصحابۃ کمالایخفی وکلھم لم یحمل الحدیث علی بطلان امارۃ المرأۃ وعدم

صحتها بل حمله من حمله علی ان ذالک ممالا ینبغی لانه لا یوجب الفلاح غالبا ولم ینقل عن الصحابة انهم انکروا امارة عائشه من حیث الاماره وحکموا ببطلانها وانما انکرها من انکرها لکون الحق مع علی فافهم فانہ من المواھب۔

اس عبارت کی روشنی میں عورۃ کو اہل امارت کا تسلیم کیا گیا اور حنفیہ کا مسلک بیان کیا گیا ہے حتی کہ عنوان ہی حجۃ الحنفیہ کا دیا گیا ہے اور حنفیہ کا مسلک بیان کیا گیا ہے اور صورت مبحوث عنہا میں تو امارت ہے ہی نہیں چنانچہ اوپر ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ وزارت عظمیٰ یا صدارت اس کے مصداق نہیں اور ہماری اس تحقیق سے تو بہت ہی قلمیں جمع ہو سکتی ہیں کہ جنہوں نے ممانعت کا قول کیا ہے وہ ملکیۃ مطلقہ آمرانہ کا ہے اور جنھوں نے کہا ہے کہ ممانعت نہیں ہے وہ ملکیت مقیدہ یا قسم سوم جو جمہوریہ کہلاتا ہے مراد لیا ہے لیکن یہ تطبیق جب صحیح ہو سکتی ہے کہ نصوص شرعی میں ممانعت کا صاف ثبوت پیش کیا جائے ورنہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور میں نے جو تطبیق پیش کی ہے وہ صاحب الہدایۃ کی عبارت اور اعلاء السنن کی عبارت کو دیکھ کر کر لی ہے ولعل الحق لایعدوہ انشاء اللہ العزیز۔

نیز لن یفلح قوم الخ کون سا قضیہ ہے اگر لن کو جزو یفلح کا کہا جائے چنانچہ ظاہر ہے تو یفلح محمول اور قوم موضوع ہے اور قضیہ کو معدولۃ المحمول کہنا پڑے گا جو توۃ جزئیہ میں ہے اور اگر اس کو بنظر اس بات کے کہ حرف نفی کے نیچے قوم نکرہ ہے اور نکرہ تحت النفی تعم تو اس صورت میں سالبہ کلیہ ہوگا۔ لیکن پھر بھی کیف اور مادہ کے لحاظ سے کوئی دائمہ ہی نہیں چہ جائیکہ ضروریہ ہو تو اس سے حکم دائمی کس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے۔ عجب نہیں کہ اس کی وجہ سے اعلاء السنن کی عبارت میں غالبًا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے پھر بھی یہ خبر واحد ہے اس کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور خبر واحد سے ہر وقت وجوب بھی ثابت نہیں ہوتا چنانچہ تسبیحات الرکوع والسجود خبر واحد سے ثابت ہیں لیکن واجب نہیں اور عجب نہیں کہ اس وجہ سے اعلاء السنن کی عبارت سے ممالا ینبغی کہا اور اگر اس کو معدولۃ المحمول کہیں چنانچہ گرامر کی کتابوں سے لن بمع فعل ایک ہی کلمہ شمار کرتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے۔ تو پھر تو یہ حکم بعض مواضع میں ہوگا نہ ہر جگہ میں۔

اور اگر کوئی محترم ناقصان عقل والی روایت سے استدلال کرے تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہدایہ میں ج ۳ ص ۱۳۹ کتاب الشہادۃ ۔ امام شافعی نے اس روایت سے استدلال اس بات پر کیا ہے کہ صرف اموال میں عورت مرد کے ساتھ مل کر شاہدی دے سکتی ہے یا اموال کے توابع میں فرمایا کہ لان الاصل عدم القبول لنقصان العقل اور احناف نے جو جواب دیا ہدایہ نے فرمایا ہے الاصل فیما القبول لوجود ما یبتنی علیہ اھلیۃ الشہادۃ وھو المشاھدۃ والضبط والاداء الی ان قال نقصان الضبط بزیادۃ النسیان انجبر بضم الاخریٰ الیھا اور یہاں تو ہاؤس میں کئی ممبران صاحبان معیت میں ہونگے اگر ایک عورت کے ملانے سے نقص ختم ہو سکتا ہے تو اتنے شرکاء سے یہ نقص کیوں ختم نہیں ہو سکتا جن میں اکثریت پڑھے لکھے مردوں کی ہے نیز معلوم ہوا کہ عورت میں اگر کوئی عیب ہے تو بھی بتایا گیا ہے اور جس کا علاج بھی بتایا گیا ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ساری عورتیں یکساں ہوں فرمایا گیا

نہ ہر زن زن است ونہ ہر مرد مرد خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

اور اگر کوئی صاحب استدلال میں الرجال قوامون علی النساء کی آیت کو پیش کریں تو میں عرض کروں گا کہ یہ استدلال بھی ہمارے فہم سے باہر ہے اس لئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جمع کا مقابلہ جب جمع کے ساتھ ہوتا ہے تو انقسام الآحاد علی الآحاد ہوا کرتا ہے کما فی کتب اصول الفقہ تو آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ زوج یعنی خاوند اپنی بیوی پر قوام ہے آخر ایک غیرتمند انسان کس طرح یہ بات برداشت کرے گا کہ مثلاً زید کی بیوی پر خالد قوام ہو یا خالد کی بیوی پر زید قوام ہو نیز الرجال اور النساء جمع کے صیغے میں الف لام عہدی بھی نہیں اور استغراقی بھی نہیں تو کہنا پڑے گا کہ الف لام جنسی ہے اور جب جمع پر داخل ہو تو جمع کی جمعیت ختم ہوگئی ہے تو آیت کا معنی یہ ہوا کہ جنس مرد کی جنس عورت پر قوام ہے تو اس سے ہر مرد کی قوامیت ہر عورت پر کیسے ثابت ہو سکتی ہے انسان اشرف المخلوقات ہے تو کیا ہر فرد انسان کا ہر فرد ملائکہ سے افضل ہے آخر ملائکہ بھی مخلوقات میں داخل ہیں ۔

آخر میں عرض گذار ہوں کہ ہمارے سامنے امداد الفتاویٰ ص ۹۱،۹۲ ج ۵ موجود ہے وہاں تو عورت کے لئے لکھا ہے کہ عورت سلطنت جمہوریہ کی سربراہ ہو سکتی ہے اور امداد الفتاویٰ حضرت

حکیم الامت مجدد الملت اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ ہے جس کو نئی ایڈیشن مبوب کی صورت حضرت مفتی اعظم محمد شفیع مرحوم نے دی ہے یاد دلائی ۔ تو حیرت کی بات ہے کہ جو علمائے کرام حضرات مرحومین کے ساتھ منسلک ہیں وہ اپنے اسلاف کے خلاف آخر فتویٰ کیوں دیتے ہیں اور عوام پر آخر اس کا ان کے حق میں کیا اثر پڑے گا ۔ ان بڑے فضلاء کی باتیں ذہن میں نہیں یا کوئی اور ماجرٰی ہے ۔

اللہ کی شان اخباروں میں اہل حدیث کی جانب سے بھی اثباتاً و نفیاً قلمیں سامنے آئی ہیں ۔ فضل سابع فی شیوع علم الحدیث فی ارض الھند مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۵۳ ج ا میں لکھتے ہیں کہ نواب سکندر بیگم رئیسہ مکرمہ والئ بھوپال کے عہد حکومت میں شیخ حسین بن محسن انصاری خزرجی یمانی اپنے بھائی زین العابدین قاضی بھوپال کے پاس جاکر ٹھہرے تو رئیسہ مکرمہ نے اس کی بہت عزت فرمائی اور ایک مدرسہ حدیث کی تعلیم کے لئے کھولا اور شیخ حسین صاحب کے حوالہ کیا اور جب رئیسہ نواب سکندر بیگم وفات پاگئی تو اس کی بیٹی رئیسہ شاہجہاں بیگم مسند آراء ہوئی جس نے نواب صدیق حسن خان قنوجی سے شادی کی ۔

اگر عورت کی سربراہی شرعاً ممنوع ہے تو ان علماء کرام نے ان کی کیوں قیادت قبول فرمائی اور اور مولانا عبدالرحمٰن مرحوم تو ان رئیسہ صاحبوں کو اشاعت علم الحدیث فی الہند کے باب میں لاکر ان کی تعریف کر رہے ہیں ۔ اب ان کی طرف سے تو یہ حال ہے اور آج کے بعض اہل حدیث لایجوز کہہ رہے ہیں ۔ کیا آدمیوں کے سامنے یہ کتابیں نہیں آسکتیں جو علماء اہل حدیث کی لکھی ہوئی ہیں ۔

العبد غلام محمد عفی عنہ مفتی جامعہ عربیہ دارالھدیٰ ضلع سرگودھا

التحقیق عجیب والرای نجیح

غلام مصطفیٰ عفی عنہ مدرس جامعہ
دارالھدیٰ حبیب آباد ڈیرھی شریف
۱۳ ربیع الآخر ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۴ نومبر ۱۹۸۸ء

الجواب صحیح
قاضی سلیم اللہ
استاذ الجامعہ

مورخہ ۱۰ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماحررہ المفتی الاعظم لبلادنا السند العلامۃ المحدث الفقیہ

غلام قادر الموقر فی مسئلة الامارہ فهو حق بلا شك وحقیق بان یکتب بماء العسجد کیف لا وقد ذکر جمیع الشقوق لهذہ المسئله واجاب عنها بالتحقیق علی نهج الأئمة الفقهاء الحنفیین وهم قد وتنانی هذہ الامر ولم یترك المحرر المحقق طریق المنوار للمخالف المعاد المتعصب والله المستعان وعلیه التکلان

کتبه وقرظة ببنانه خویدم العلم والعلماء

ابوسعید غلام سید الانبیاء عفرله

رئیس اکادیمیة الشاہ ولی الله بحیدرآباد السند

هذا هوالحق والحق احق ان یتبع

عبدالرحمٰن صدرالمدرسین مدرسه عربیه اسلامیه

انوارالرحمٰن دریا خان مری ضلع نواب شاہ

۱۰ ر رجب ۱۴۰۹ھ - ۱۷ ر فروری ۱۹۸۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشریح حدیث لن یفلح ۔

آج کل لن یفلح قوم ولوا امرۃ امرهم والی روایت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ عورت وزیراعظم یا پریزیڈنٹ نہیں بن سکتی پہلے ہی میں نے عرض کر دیا ہے کہ حدیث شریف سے دلائل امت مجتہدوں کا کام ہے نہ ابناء الزمان علماء کرام کا کما نبهنا علیه بعبارۃ التلویح، نیز حضرت علامہ تھانوی مغفور و مرحوم فرماتے ہیں۔ غیر مقلد اس کو نہیں کہتے ہیں جو اپنے کو غیر مقلد کہلائے بلکہ آج بلا ضرورت شرعیہ جو لوگ قرآن وحدیث سے استخراج کی کوشش کرتے ہیں یہ سب غیر مقلد ہیں غرض جو شخص اعمال ظاہرہ کے اثبات میں کذا فی الہدایہ کذا فی الدرالمختار نہیں کہتا بلکہ خود دعوی استنباط کا کرے پس وہ غیر مقلد ہے ۔ صاحبو علماء نے تصریح کر دی ہے کہ چوتھی صدی سے اجتہاد منقطع ہے ہمارے لئے اسلم طریقہ یہ ہے کہ جو بات ہم کو پیش آئے اس کو ہدایہ میں دیکھیں یا درمختار میں ۔ کتاب

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعظ نور ص۴۳

نیز میں نے اپنے فتویٰ میں لکھا ہے کہ یہ قضیہ دائمہ مطلقہ ہی نہیں چہ جائیکہ ضروریہ مطلقہ بنے بلکہ مطلقہ عامہ ہے۔ کلمہ لن کا تابید پر دال نہیں فمن کان عندہ حجۃ فلیات بھا ہاں یہ کلمہ تاکید کا ہے تو یہ قضیہ منفیہ تاکیدیہ ہوگا نہ تابیدیہ اور ہم دیکھتے ہیں کہ اثبات میں ان الارض یرثھا عبادی الصالحون قضیہ مثبتہ تاکیدیہ ہے اور اس کو علماء کرام قضیہ مطلقہ عامہ پر محمول کرتے ہیں۔ دیکھو تفسیر معارف القرآن تحت ہذہ الآیۃ۔کاندھلوی۔

بنا ءً علیہ میں نے عرض کیا ہے کہ قضیہ یہی مطلقہ عامہ ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ عموماً کلام میں قضایا مطلقہ عامہ استعمال ہوتے ہیں۔ مگر وقتیکہ کھلی دلیل دوام پر یا ضرورت پر ہو تو پھر بھی اس کو دائمہ مطلقہ یا ضروریہ مطلقہ پر حمل کیا جائے گا۔

نیز یہ بھی دلیل ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت کسریٰ کے متعلق جب آپ کو خبر دی گئی کہ انھوں نے مسماۃ بوران کو حکومت کی باگ ڈور دی ہے تو اس وقت میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا اور خبر دے دی کہ یہ حکومت فلاح والی نہیں ہوگی۔ چنانچہ اسی طرح ہوا حکومت بہت وقت تک کسراؤں کے قبضہ میں نہ رہی۔

اب یہ کلام جملہ خبریہ ہے جو صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اور جملہ خبریہ کے لئے ضروری ہے کہ مطابقۃ الخبر للواقع ہو تاکہ کلام صادق بنے۔ اگر اس جملہ کو دائمہ یا ضروریہ کہا جائے تو صدق منتفی ہے اس لئے کہ بہت ہی نظائر تاریخ میں ہیں کہ بعض عورتوں کی حکومت میں فلاح تھا چنانچہ میں نے اپنے پہلے فتویٰ میں دو بیگمات بھوپال کے حکومت کی نشاندہی کی ہے ص۵۳ مقدمہ تحفۃ الاحوذی اور حکومت بیوی بلقیس رضی اللہ عنہ کی فلاح تو قرآن پاک سے معلوم ہوتی ہے۔

میں نے اپنے فتویٰ میں لکھا ہے کہ یہ قضیہ معدولۃ المحمول ہے اور سالبہ کلیہ نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ سالبہ کلیہ کے لئے ایجاب جزی نقیض ہے اور نقیض ہم صادق دیکھتے ہیں تو کہنا پڑے گا یہ قضیہ سالبہ کلیہ نہیں اور اگر سالبہ کلیہ مانا جائے تو دائمہ مطلقہ نہیں بلکہ مطلقہ عامہ ہے ورنہ کلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کا مسئلہ سامنے آتا ہے آپ کا کلام اس امر

یقیناً صادق ہے اور اس کی صورتیں وہی ہیں جو بندہ نے پیش کی ہیں۔

میں نے عرض کر دیا ہے کہ یہ حدیث پاک جملہ خبریہ ہے اس لئے کہ کسریٰ والی حکومت کا زوال کی نفی کیا ان کو فرمان دیئے گئے تھے کہ ایسا مت کرو جائز نہیں اور اگر کہا جاوے کہ یہ جملہ انشائیہ ہے اور مسلمانوں کو حکم ہے لہذا انشائیہ ہے تو میں عرض کروں گا کہ اس کے لئے دلیل صاف ہونی چاہیئے اور متقدمین کا کلام پیش کیا جائے۔ بر سر و چشم کہہ کر ہم بھی یہ دلیل اس کے عدم جواز میں پیش کرنے کے لئے تیار ہیں آخر قدماء نے عدم جواز کے لئے کیا یہ دلیل دیا ہے اور قدماء نے کہاں علی الاطلاق عورت کے عدم قیادت کا قول کیا ہے علماء وقت کو ٹھنڈے سینہ سے عبارات فقہاء کی جمع کرنی ہیں۔

نیز حدیث میں عدم الفلاح کی گفتگو ہے عدم الفلاح سے عدم الجواز کیونکر ثابت کیا جا سکتا ہے کیا عدم الفلاح کو عدم الجواز لازم ہے اور کیا حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان ایرانیوں کو عورت کا خلیفہ بنانا جائز نہیں ہے وہ تو کافر تھے۔ جواز عدم جواز کے ساتھ ان کا کیا تعلق ہے اور روایت ان کے حق میں ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم جو صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے صرف اتنا ہے کہ یہ حکومت فلاح والی نہیں اور ہوا بھی اسی طرح جس طرح آپ نے فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز ترجمان القرآن سورہ بقرہ جلد ۱ صفحہ ۳۰۹ مولانا آزاد مرحوم سورہ بقرہ کی آیت فان لم یکن رجلان فرجل وامرءتان کے تحت میں جو عجیب تحقیق فرمائی وہ بھی قابل داد اور دید ہے جو سب مکاتیب فکر مسیحیت یہودیت وغیرہما کے جو دساتیر تھے ان کے ساتھ اسلام کا موازنہ کرتے ہوئے عورۃ کو اسلام میں جو مقام بیان کیا ہے وہ بھی کوئی معمولی تحقیق نہیں۔

نیز دیکھنا چاہیئے آیت ان کیدکن عظیم ترجمان آزاد اور اگر علامہ نظام صاحب کے ذکر کو سامنے لایا جائے جو فرماتے ہیں کہ صدق مطابقۃ الخبر للاعتقاد ہی ہے تو پھر یہ حدیث پاک مشورہ کے درجہ میں ہوگی۔ اور مشورہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صحابہ کرام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظر میں شرعی حیثیت نہیں رکھتا یدل علیہ واقعۃ مغیث و بریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وواقعۃ تابیر النخل۔ کما لا یخفی علی حذاق الفن۔

حدیث شریف کے ماہرین میں سے بعضوں کا بھی خیال ہے کہ حدیث ذوالیدین میں جو آپ نے

﴿بقیہ صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ فرمائیں﴾